Course Title: Iqbal Studies

BS Persian Semester VI

Session 2017-2021

Course Code: Maj/Per 307

Credit Hrs: 03

اقبال اور نژاد نو (نوجوان نسل)

نوجوان کسی بھی قوم کا قیمتی ترین اثاثہ ہوا کرتے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ تاریخِ انسانی کا سب سے عظیم اور پاکباز انقلاب نبی کریمﷺ کا انقلاب تھااور یہ بھی حقیقت ہے کہ اس عظیم تبدیلی کو لانے میں نوجوانوں نے بنیادی کردار ادا کیا۔ اقبال کو بھی سب سے زیادہ اُمیدیں نوجوانوں سے ہی وابستہ تھیں۔نوجوانوں کیلیے علامہ نے ہمیشہ شاہین کا استعارہ استعمال کیا ہے۔وہ آرزو رکھتے تھے کہ اُمّتِ مسلمہ کے شاہین صفت نوجوان اُن کی فکر کو عام کرنے اور نظامِ زندگی کو اُس کے مطابق استوار کرنے کا ذریعہ بنیں۔ بالِ جبریل کے مندرجہ ذیل اشعار اقبال کی اس آرزو کی ترجمانی کرتے ہیں:

جوانوں کو میری آہِ سحر کر دے

پھر ان شاہیں بچوں کو بال و پر دے

خدایا   آرزو   میری یہی ہے

مرا نورِ بصیرت عام کر دے

خلیفہ عبدالحکیم کہتے ہیں:"اقبال شاعر بھی ہے اور مفکر بھی۔ وہ حکیم بھی ہے اور کلیم بھی۔ وہ حکیم بھی ہے اور رفر ض شناس بھی ہے، اور تحقیر انسان سے درد مند بھی ۔ اس کے کلام میں فکروذکر ہم آغوش ہیں ۔انہوں نے حالی کی طرح شاعری کو مقصدیت کے لیے استعمال کیا تا ہم وہ اپنے کلام میں گل اور بُلبُل کے مضامین کو پامال سمجھ کر اردو شاعری سے نہیں نکالنا چاہتے تھے۔ انھوں نے اپنی فطری شاعری کے لیے پرندوں کی مختلف خصو صیات کو بہت خوبصورتی سے استعمال کیا ہے۔ اقبال نے نظیر کی طرح سب سے زیادہ پرندوں کو اپنی شاعری میں برتا ہے مثلاً ان کے ہاں کوئل ، بلبل، چکور ، طوطی ، مور ، تیتر ، قمری وغیرہ کا بہت ذکر ملتا ہے ، وہ پروانے کو بھی روشنی کا استعارہ بنا کر پیش کرتے ہیں مگر جو اہمیت ان کے کلام میں شاہین کو حاصل ہے وہ کسی اور پرندے کو نہیں۔ ان کی شاعری میں شاہین ایک ایسا پرندہ ہے جس کی خوبیوں کو اپنا کے آج کا نوجوان اپنے لیےعمل کی راہوں کا تعین کر سکتا ہے۔ علامہ صاحبؒ نے شاہین کے ذکر کے ذریعے مومن کی تمام خصوصیات کی نشاندہی کی ہے

علامہؒ اپنی شاعری میں شاہین کو بطور استعارہ استعمال کرتے ہیں۔ان کے خیال میں اس پرندے کی تمام خصوصیات مرد مومن میں یا مسلمان میں موجود ہیں یہ اپنے بلند مقاصد کے حصول کےلئے دنیا سے الگ تھکگ اور بے چین رہتا ہے۔

یہ امر قابل توجہ ہے کہ اقبال نے اُمّتِ مسلمہ کے نوجوانوں کے لیے شاہین کا استعارہ کیوں استعمال کیا ہے؟ ڈاکٹر جاوید اقبال کہتے ہیں کہ اس کی وجہ شاہین کی پانچ نمایاں خصوصیات ہیں ۔ اقبال امّت کے نوجوانوں میں یہ صفّات دیکھنے کے آرزومند تھے۔پہلی یہ کہ شاہین بلند پرواز ہے۔ دوسری یہ کہ تیز نگاہ ہے۔تیسری یہ کہ خلوت پسند ہے۔خدا بھی اکیلا ہے اور خلوت تخلیقی صلاحیت کےلیے اہم صفت ہے۔چوتھی یہ کہ وہ کسی اور کے ہاتھ کا مارا ہوا شکار نہیں کھاتا۔ پانچویں یہ کہ وہ آشیانہ نہیں بناتا۔

اقبال نے شاہین کی ہر اس خوبی کو اپنی شاعری میں بیان کیا ہے جو فی الحقیقت مرد مومن کی خوبی ہونی چاہیے۔ اقبال نے اسلامی افکار اور ان کے مفہوم کو صحیح سمجھنے میں ذرا بھی کوتاہی نہیں کی۔

اقبال کے ہاں شاہین کی تشبیہہ محض شاعرانہ نہیں ہے ۔در حقیقت شاہین میں اسلامی فقر کی تمام خوبیاں پائی جاتی ہیں جن کا اقبال نے اپنی شاعری میں ذکر کیا ہے۔ مثلاََ ایک مسلمان مرد مومن میں حد درجہ خوداری اور غیرت مندی پائی جاتی ہے وہ اقبال کے شاہین میں بھی پائی جاتی ہے اس لئے وہ مرغ کے ساتھ دانہ نہیں چگتا جو دوسروں کے احسان کے باعث ملتا ہے۔نہ ہی وہ چکو روں کی طرح زمین پر پڑے دانہ دنکا کی تلاش میں نیچی پرواز کرتا ہے۔ اقبال فرماتے ہیں:

یہ پورب ، یہ پچھم چکوروں کی دنیا
مرا نیلگوں آسمان بیکرانہ
پرندوں کی دنیا کا درویش ہوں میں
کہ شاہیں بناتا نہیں آشیانہ

علامہؒ فرماتے ہیں کہ شاہیں کی زندگی ایک درویش کی سی ہے جس کا اپنا کوئی مسکن نہیں ہوتا بلکہ جہاں جگہ مل جائے وہیں بسیرا کر لیتا ہے۔اسی طرح شاہیں بھی اپنے لیے گھونسلہ نہیں بناتا ۔اور اپنی زندگی اپنے فرائض کی انجام دہی میں صرف کرنے میں لگا رہتا ہے۔ علامہ صاحبؒ مسلمان نوجوانوں کو شاہیں صفت دیکھنا چاہتے ہیں

جو کہ ایک جگہ مسکن بنا کر براجمان ہونا پسند نہیں کرتا،اسی طرح مرد مسلماں کو بھی اس فانی دنیا پر مغرور نہیں ہونا چاہیے۔دائمی اور ابدی زندگی تو آخرت کی ہے اس کے لئے تیار ہونا چاہیے۔ علامہؒ فرماتے ہیں کہ شاہیں کی زندگی ایک درویش کی سی ہے جس کا اپنا کوئی مسکن نہیں ہوتا بلکہ جہاں جگہ مل جائے وہیں بسیرا کر لیتا ہے۔اسی طرح شاہین بھی اپنے لیے گھونسلہ نہیں بناتا ۔اور اپنی زندگی اپنے مقاصد کی انجام دہی میں صرف کرنے میں لگا رہتا ہے۔ بالِ جبریل کا درج ذیل شعر شا ہین کی اسی صفت کی عکاسی کرتا ہے:

گزر اوقات کر لیتا ہے یہ کوہ و بیاں میں

کہ شاہیں کے لئے ذلّت ہے کارِ آشیاں بندی

اقبال نوجوانوں کو خاکبازی اور ذلت سے چھڑانے کے لیے ان کی روحِ خوابیدہ کو بیدار کرنا چاہتے تھے تا کہ ان میں الوالعزمی اور بلند نظری پیدا ہو جائے اور وہ آسمان کے ستاروں کی طرح اونچے اور روشن نظر آئیں۔ شاہین بلند فضاؤں میں اڑتا ہےاسی وجہ سے اس کی فطرت بھی بلندو بالا ہے۔اور یہ بلندی بھی اسی کا مقدر بنتی ہے جو خود کو زمین کی پستیوں سے نکال سکے۔ اقبال کو شاہین کی بلند پروازی اس لیے پسند ہے کہ یہ اس کے عزائم کو نئے نئے امکانات سے روشناس کرتی ہے۔

اسی طرح مرد درویش کی بلند ہمتی اور مقاصد آفرینی کائنات کے نئے نئے گوشوں کو اس کے سامنے لاتی ہے، اور اسے اعلیٰ سے اعلیٰ ہدف کو تسخیر کرنے کی ترغیب دیتی ہے۔

درج ذیل شعر میں کتنی خوبصورتی سے اقبال نے اس حقیقت کا اظہار کیا ہے ۔

عقابی روح جب بیدار ہوتی ہے جوانوں میں
نظر آتی ہے ان کو اپنی منزل آسمانوں میں

اقبال نے شاہین کے استعارے کے ذریعے نوجوان نسل کو یہ پیغام دیا ہے کہ وہ ہمیشہ نڈر و پرعزم رہیں اور انتھک جدہ جہد کی راہ اپنا ئیں:

شاہیں کبھی پرواز سے تھک کر نہیں ِگرتا
پُردم ہے اگر تُو تو نہیں خطرہ اُفتاد

یہ اپنی پرواز سے کبھی بھی نہیں تھکتا بلکہ بلند سے بلند تر پرواز کر کے دلی سکون حاصل کرتا رہتا ہے۔یہ اپنے مقاصد عظیم رکھتا ہے۔ اقبال کی شاعری نے جذبات کو فکر کا درجہ دیا ہے اور فکر کو جذبات کا آب و رنگ بخشا ہے۔ اقبال کا فلسفیانہ کلام ان کی مخصوص اصطلاحات ، موزوں اشارات اور علمی و ادبی تلمیحات سے بھرا ہوا ہے۔ اس میں اسلامی اور مغربی فلسفہ کی اصطلاحات ، آیات قُرانی ، احادیث ، مشاہیر حکما اور علمائے سلف کے اقوال جا بجا استعمال ہوئے ہیں اور کئی علمی مسائل کے حوالے اور اشارات پائے جاتے ہیں۔ مسلمانوں کا عروج ان کی شاعری کا محور ہے۔

اس مقصد کے لیے انہوں نے مختلف تصورات پیش کیے جن میں خودی کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ اقبال کے فلسفے میں خودی بے خودی، وطن دوستی ، عقل و عشق ، تصور مردِ مومن ، تصور شاہین وغیرہ بہت خوبصورتی سے پیش کیے۔ اقبال کا اہم موضوع عظمتِ آدم کا تصور ہے۔ وہ اس فلسفے کے ذریعے یاد دلاتے ہیں کہ دنیا میں انسان کو اللہ تعالیٰ نے اپنا نائب بنا کر بھیجا ہے اور اس کےذمہ تسخیر فطرت اور تسخیر کائنات کا اہم فریضہ ہے ۔ اقبال کی فکر کےسوتے قرآن مجید ، مثنوی مولٰنا روم اور تاریخ اسلام سے پھوٹتے نظر آتے ہیں۔ کلام اقبال میں اقبال کا تصور شاہین اپنی بلندیوں کو چھوتا نظر آتا ہے۔ جس طرح شاہین اونچائی کی طرف اڑتا نظر آتا ہے اسی طرح اقبال کی فکر بھی بلند پروازی سے لبریز ہے:

نوا پیرا ہو اے بلبل کہ ہو تیرے ترنّم سے
کبوتر کے تنِ نازک میں شاہین کا جگر پیدا

شاہین کی گوناگوں صفات جو اسلامی تعلیم اور فکر کے لیے ضروری ہیں اقبال کو بہت پسند آئیں۔ ان کا ذکر انہوں نے جا بجا کیا ہے جیسے فقر ، درویشی اور خلوت پسندی۔ وہ شاہین کی آزاد طبع ، بے نیازی ، بے باکی اور بلند پروازی کو اس لیے پسند کرتے ہیں کہ یہ صفات مومن کی شان گردانی جاتی ہیں۔ اقبال کو شاہین کی تیز نگاہی بھی پسند ہے اس لیے کہ یہ مرد مومن کی بصیرت کی علامت ہے۔ اسی طرح شاہین کی سخت کوشی کی صفت بھی اقبال کو بہت محبوب ہے۔

اور اپنی قوم کے جوانوں میں وہ اس خوبی کو دیکھنے کے خواہاں ہیں۔ دیگر صفات میں قوت و توانائی ، حریت ، تجسس وغیرہ کا ذکر اقبال نے شاہین کے حوالے سے اپنے کلام میں خوب کیا ہے۔ اقبال کے نزدیک آزادی کے عالم میں ہی شاہین کیلئے تجسس ممکن ہے اور تجسس ہی انسانوں کے اندر نئے نئے محرکات اور انکشافات کا ذریعہ ہے جس کے اندر تجسس نہیں وہ علم نہیں سیکھ سکتا۔ تجسس کے بغیر غلامانہ ذہنیت انسان کو کمزور بنا دیتی ہے۔ وہ پر تجسس نگاہوں کو اتنی اہمیت دیتے ہیں جتنی چیتے کےجگر کو۔ ان کے نزدیک یورپی علوم ہمارے لیے اتنی اہمیت کے حامل نہیں جتنا تجسس ہونا ہے۔ کیونکہ اس کے بغیر ہم تخلیقی صلاحیتوں سے محروم رہیں گے۔ یہ تجسس حصول علم کے لیے بھی ضروری ہے اور حصول قوت کیلئے بھی۔ مرد مومن کو شاہین کی طرح دوربین اور پر تجسس ہونا چاہیے کہ اس کے ذریعے وہ کائنات کے سربستہ رازوں سے پردہ ہٹا سکتا ہے۔اقبال یہ سمجھتے ہیں کہ انسان کی عزت ، عروج اوربقاء کے لیے علم و فن سےزیادہ جرأت اورجستجو اہم ہیں۔اس حقیقت کے اظہار کے لیے اقبال چیتے کا جگر اور شاہین کا تجسس کے استعارے استعمال کرتے ہیں:

چیتے کا جگر چاہیے، شاہین کا تجسس
جی سکتے ہیں بے روشنی دانش وفرہنگ

شاہین کی زندگی عزم و ہمت سے عبارت ہے۔ اپنی خصو صیات کے لحاظ سے یہ دوسرے پرندوں سے بہت مختلف ہےیہ ہوا میں اپنے شکار کو زندہ پکڑتا ہے۔اس کی تیز نگاہ کبھی بھی دھوکہ نہیں کھاتی اور اپنے بچوں کو بھی اس قابل بناتا ہے کہ وہ مصائب کا مقابلہ کر سکیں۔ اس کی عمر 70 سال تک ہو سکتی ہے۔لیکن اسے عمر کی اس حد تک پہنچنے کے لئےسخت فیصلہ لینا پڑتا ہے۔جب اس کی عمر 40 سال ہو جاتی ہے تو اس کے لچکدار پنجے اس قابل نہیں رہتے کہ وہ مزید شکار کر کے اپنا پیٹ بھر سکے۔اس کی لمبی اور نوک دار چونچ مڑ جاتی ہے۔اور بڑھاپا نمودار ہونا شروع ہو جاتا ہے اس کے پربھاری ہو جاتے ہیں اور اس کے پنکھ جسم کو بھاری کر دیتے ہیں جس سے اس کو اڑنے میں دشواری پیش آتی ہے۔ اس کے بعد شاہین کے پاس دو راستے باقی رہ جاتے ہیں یا تو وہ مرنے کا انتظار کرے یا پھر اپنی زندگی میں تبدیلی لانے کے لئے ایک تکلیف دہ عمل سے گزرے اس عمل کے لئے شاہین کھردری چٹانوں والے علاقوں کا رخ کرتا ہے۔ان چٹانوں پہ اپنی چونچ اس وقت تک رگڑتا ہے جب تک وہ اکھڑ نہیں جاتی اور پھر وہ نئی چونچ کے آنے کا انتظار کرتا ہے۔اقبال مسلم نوجوان کو شاہین سے تعبیر کرکے اس کو اس کے اصل مقام و مرتبہ سے آگاہ کرتے ہیں۔ یا جا رہا ہے کہ اپنے کی جا رہی ہے۔ وہ مسلم نوجوانوں کو شاہین کی طرح سخت کوش زندگی اپنانے ،عیش پرستی سے گریز کرنےاور بلند تر مقام کی طرف اپنا سفر جاری رکھنے کی تلقین کرتے ہیں:

نہیں تیرا نشیمن قصرِ سلطانی کے گنبد پر
تو شاہیں ہے بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں میں

حقیقت یہ ہے کہ اقبال کو نوجوانوں سے توقعات نسبتاً زیادہ تھیں۔ اگرچہ عمر کی پختگی تدبر اور فراست عطا کرتی ہے لیکن سودوزیاں کا شعور پختگی فکر میں اتنا گہرا ہوتا ہے کہ اکثر جذبہ عمل اس پریشانی میں مردہ ہو جاتا ہے۔ اس کے بر عکس جوانی اگرچہ تجربے اور تدبر سے کم و بیش تہی دست ہوتی ہے لیکن ذوق عمل کی بے پناہ قوتیں اپنے اندر مخفی رکھتی ہے۔ یہی خصوصیات اقبال اپنے شاہین میں دیکھتا ہے جو خوددارو غیرت مندہے ، اوروں کے ہاتھ کا مارا ہوا شکار نہیں کھاتا ، درویش صفت اور بےتعلق ہے کہ آشیانہ نہیں بناتا جیسے جوان بوڑھوں کے مقابلے میں زندگی کے معاملات میں سود و زیاں سے زیادہ بے تعلق ہوتا ہے اور کچھ کرنے کی صلاحیت و جذبہ رکھتا ہے۔

پہاڑوں کی بلندیاں شاہین کی فطرت کے عین مطابق ہیں۔اس کا پہاڑوں پر بسیرا اس کی آزادی اور وسیع نظری کی علامت ہیں۔جب کہ کسی بادشاہ کے دربار کی چھت پر اس کا بسیرا کرنا غلامی کی علامت ہے۔

اقبال کہتے ہیں کہ اے مسلمان نوجوان،اللہ نے تجھے دیدہ شاہین عطا فرمایا تھا لیکن انگریزوں نےتجھے اپنا غلام بنا کر تیرے ساتھ یہ سلوک کیا کہ دیدہ شاہیں تو تجھ سے چھین لیا اور اس کی جگہ چمگادڑ کی آنکھیں تجھے دیں تا کہ تو آفتاب کی روشنی کو دیکھ ہی نہ سکے۔پس اے نوجواں تو سب کام چھوڑ کر انگریزوں سے مقابلہ کی قوت اپنے اندر پیدا کرتا کہ تو اپنی اصلی آنکھیں دشمن ملت کو دیکھا سکے۔

اے جان پدر نہیں ہے ممکن

شاہیں سے تدرو کی غلامی

اس شعر میں علامہؒ اپنی بیٹے جاوید اقبال سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ شاہیں ایک آزاد عادات کا مالک ہے وہ کسی دوسرے کی غلامی کو پسند نہیں کرتا بلکہ ہمت اور بہادری سے آگے بڑھ کر اپنی منزل تک پہنچ جاتا ہے۔ اقبال یہ سمجھتے تھے کہ آزادی فکر و عمل کے لیے آزاد فطرت افراد کی صحبت اہم ہے۔وگرنہ شاہین بھی اپنی آزادانہ سوچ کو فراموش کر دیتا ہے۔ اسی تناظر میں جب اقبال ہندوستان کے مسلمانوں کی غلامانہ ذہنیت کو دیکھتے ہیں تو بے ساختہ کہہ اُٹھتے ہیں:

وہ فریب خوردہ شاہیں کہ پلا ہو کرگسوں میں

اُسے کیا خبر کہ کیا ہے رہ و رسمِ شاہبازی

اقبال کا شاہین کم ہمت پرندوں کی صحبت سے پرہیز کر کے خلوت میں رہتا ہے۔کرگسوں کی صحبت میں پلا ہوا شاہین راہ رسم و شاہبازی سے بیگانہ ہوتا ہے۔ شاہین کی صحبت زاغ میں تو بلند پروازی نہیں لاتی مگر شاہین کو خراب کر دیتی ہے ۔

ہوئی نہ زاغ میں پیدا بلند پروازی

خراب کر گئی شاہیں بچے کو صحبتِ زاغ

اقبال کے نزدیک دانستہ ضعیفی چاہے بدن کی ہو یا عزم و ہمت کی، سب سے بڑ اجرم ہے اور اس کی سزا مرگ مفاجات ہے۔ بالِ جبریل میں وہ عربی زبان کے مشہو ر شاعر ابوالعلا معرّی کا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں۔شاعر کے سامنے جب ایک بھونا ہوا تیتر لایا جاتا ہے تو وہ اُسے مخا طب کر کے کہتا ہے:

افسوس، صد افسوس کہ شاہیں نہ بنا تو

سمجھے نہ تری آنکھ نے فطرت کے اشارات

تقدیر کے قاضی کا یہ فتویٰ ہے ازل سے

ہے جرم ضعیفی کی سزا مرگ مفاجات

یہاں شاہین کا استعارہ استعمال کرکے علامہ مسلمان نوجوان سے شکوہ کررہے ہیں کہ فطرت کے سارے کمالات واشارات دیکھنے کےلیےتو شاہین کی طرح نہ بن سکا اور وہ جوہر اور خوبیاں اپنے اندر نہ پیدا کر سکا جو ایک شاہین کے اندر ہوتی ہیں۔توُ بلند ہمتی،خودداری اور بلند پروازی جیسی تمام صفات سے عاری ہے۔فطرت کے سارے کمالات و اشارات دیکھنے کے باوجود اپنے اندر شاہیں کی طرح نہ بن سکا۔اور نہ ہی اس کی خوبیاں اور جوہر اپنے اندر لا سکا۔

اقبال یہ سمجھتے تھے کہ شاہیں ایک ایسا پرندہ ہے جو کہ آزادی پسند ہے۔اور دوسرے چھوٹے پرندوں سے ممتاز ہے۔اس کی عادات میں بھوکا پن نہیں۔وہ ہمہ وقت بلند مقاصد کی انجام دہی میں سرگرم عمل رہتا ہے:

حمام و کبوتر کا بھوکا نہیں میں
کہ ہے زندگی باز کی زاہدانہ
جھپٹنا،پلٹنا پلٹ کر جھپٹنا
لہو گرم رکھنے کا ہے اک بہانہ

علامہؒ توقع رکھتے تھے کی مسلمان اساتذہ طلبہ میں حقیقی اسلامی روح کی ترویج کی کوشش کریں اور ان میں اسلام کی سربلندی کی جدوجہد کا جذبہ پیدا کریں۔وہ ایسے اساتذہ سے گلہ کر رہے ہیں جو اپنے بچوں کو اسلامی تہذیب و تمدن کی تعلیم نہیں دیتے بلکہ ان میں غلامانہ سوچ کو فروغ دے رہے ہیں۔

شکایت ہے مجھے یا رب خداوندان مکتب سے
سبق شاہین بچوں کو دے رہے ہیں خاک بازی کا

شاہین کی سخت کوشی کی صفت اقبال کو بہت پسندہے۔ اور وہ اپنی قوم کے نوجوانوں میں سخت کوشی کی خوبی کو دیکھنے کے خواہاں ہیں تا کہ وہ زندگی کی دشواریوں اور مشکلات کو خاطر میں لائے بغیر اپنے نصب العین تک پہنچنے کی کوشش کریں۔ ایک بوڑھا عقاب اپنے بچوں کو وہ نصیحت کرتا ہے جو اقبال اپنی قوم کے نوجوانوں کو کرنا چاہتے ہیں۔ علامہ ؒفرماتے ہیں کہ تجربہ کار اور جہاں دیدہ عقاب شاہیں بچے سے کہہ رہا تھا کہ تیرے بڑے بڑے پروں سے بلند و بالا آسماں کی پرواز بڑی آسانی سے ہو سکتی ہے۔ جوانی تو اپنے ہی گرم لہو میں جلنے کا نام ہے۔ زندگی کی کامیابی و کامرانی سخت کوشی اور جہد مسلسل میں مضمر ہے۔

اقبال سمجھتے تھے کہ اپنی روایات کے تحفظ اور غلط روایات کو حقارت سے ٹھکرانے کا جذبہ اس وقت تک پیدا نہیں ہو سکتا جب تک نوجوان کی خودی صورت فولاد نہ ہو جائے۔خودی خود کو پہچاننے کا نام ہے اور جب انسان خود سے واقف ہوتا ہے تو معرفت الٰہی کے دروازے اس پر کھل جاتے ہیں۔تو وہ پھر صحرا ذرہ بن جاتا ہے،قطرہ ہو تو دریا بن جاتا ہے،کرن ہو تو آفتاب کی تابش کو سمیٹ لیتا ہے۔پھر وہ موجوں کی طرح گیت نہیں گاتا بلکہ طوفاں کی طرح ہنگامہ برپا کر دیتا ہے۔خودی اور خود شناسی ہی تو ہے جس سے قطرہ خود کو سمندر میں گم نہیں کرتا بلکہ صدف میں داخل ہو کر سمندروں کی تہہ میں پہنچ کر موتی بن جاتا ہے۔

اقبال شاہین کے استعارے کے ذریعے مسلم نوجوانوں میں اسلامی فقر ، خوداری اور غیرت مندی کے معنی ذہن نشین کرانا چاہتے ہیں۔ وہ سمجھتے تھے کہ عزت اور سربلندی کے ساتھ جینے کے لیے شاہین کی صفّات پیدا کرنا ضروری ہیں

علامہ صاحبؒ ایک مسلماں نوجوان کو شاہیں سے تعبیر کرتے ہوئے اس کو اس کا اصل مقام و مرتبہ بتانا چاہ رہے ہیں کہ وہ زمین کی پستیوں سےباہر نکلے، ملک و ملت کی ترقی میں ہر وقت کوشاں رہے، اپنے حقوق و فرائض کو سمجھے اور انھیں پورا کرے۔اقبال اپنی شاعری کے ذریعے سے اس ملک کی نوجواں نسل کو سبق دے رہے ہیں کہ وہ ہمت و طاقت سے کام لے،اپنے مقاصد کو سمجھے اور انھیں پورا کرے۔کسی بھی مشکل کے آگے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جائے اور مصائب کا ڈٹ کر مقابلہ کرے،اپنے آپ کو پستیوں میں سے نکال کر بلندیوں کی طرف محو پرواز ہو اور اپنی منزل آسماں کی بلندیوں کو رکھے۔